اور ان کا نظریۂ تعلیم

مبلغ اسلام مولانا عبدالمبین نعمانی قادری

حافظِ ملت اور ان کا نظریۂ تعلیم

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

حافظ ملت استاذ العلما حضرت علامہ شاہ حافظ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفیٰ: یکم جمادی الآخرہ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء) ایک دور اندیش مردِ کامل کا نام ہے۔ آپ لکیر کے فقیر نہیں تھے، بلکہ ایک انقلابی ذہن کے مالک تھے۔ آپ نے وہ سوچا اور وہ کارنامہ انجام دیا کہ جماعت اہل سنت کا سر فخر سے اونچا ہو گیا۔ آپ نے دیکھا کہ دنیا کی تمام قومیں علم کے سہارے آگے بڑھ رہی ہیں اور دنیا کے تمام مذاہب آگے بڑھ رہے ہیں، لیکن مسلمان غیر ضروری امور میں تو اپنی دل چسپی بڑھا رہے ہیں، لیکن علم کے میدان میں پیچھے ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر ان کو علم کے ہتھیار سے لیس نہ کیا گیا تو ان کے عقائد میں تزلزل آ جائے گا اور یہ باطل افکار و نظریات کے گھیرے میں آکر اپنی ایمانی دولت کھو بیٹھیں گے۔ یوں ہی عملی بے راہ روی اور اخلاقی پستی جو عام ہوتی جا رہی ہے، اس کے ازالے کے لیے بھی علم دین کا سہارا لینا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"علمی کم زوری ہر برائی کی جڑ اور ہر پستی کی بنیاد ہے۔"

آج دنیا میں وہی قومیں سرخرو نظر آ رہی ہیں جو علمی میدان میں پیش رفت کر رہی ہیں۔ علم بہر حال بہتر اور مفید ہے، چاہے علم دین ہو یا علم دنیا، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ صرف علم دنیا آدمی کو دنیادار تو بنا سکتا ہے دین دار نہیں بنا سکتا اور ایک انسان کے لیے دنیا میں رہنے کے لیے علم دنیا جس قدر ضروری ہے اس سے ہزار گنا زیادہ علم دین ضروری ہے کہ بغیر علم دین انسان جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مسلمان علم دنیا کے ساتھ علم دین میں بھی آگے بڑھیں۔ دنیاوی علم کے لیے تو کسی فضیلت کی ضرورت نہیں، وہ آدمی خود ہی اپنی ضرورت سمجھ کر حاصل کرتا ہے اور اس کے فوائد خود ہی اس کے ذہن نشین ہیں، لیکن علم دین سے غفلت عام ہے کیوں کہ علم دین کا اصل فائدہ اخروی فلاح ہے جو نگاہوں کے سامنے نہیں اس لیے اس کی طرف خاطر خواہ توجہ بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا مسلمانوں کو علم دین کی طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی دنیاوی علم بھی بقدر ضرورت ہو تو اس سے دنیاوی فوائد کے ساتھ دین کا بھی فائدہ ہے کہ عالم دین جب علم دنیا سے بھی آراستہ ہوتا ہے تو اس سے وہ دینی کام لیتا ہے، اس طرح اس کا دنیاوی علم بھی دین اور کار ثواب بن جاتا ہے۔ چناں چہ حافظ ملت علیہ الرحمہ سے علم کی اہمیت کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:

"علم کی اہمیت کا مسئلہ ایسا متفق علیہ ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، جاہل سے جاہل بھی علم کو بڑی اہم اور عظیم دولت سمجھتا ہے۔ دنیاوی علم بھی عزت و اقتدار کا ضامن ہے چہ جائے کہ علم دین کہ یہ وہ دولتِ عظمیٰ اور نعمتِ کبریٰ ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات اور ممتازِ کائنات بناتی ہے، مگر علم پر عامل ہونا شرط ہے۔"

(حافظ ملت نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۸۰)

اس مذکورہ ارشاد میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے دینی اور دنیاوی دونوں طرح کے علم کی اہمیت و افادیت پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور اس قدر جامع بات فرما دی ہے کہ اس سے مختصر اور جامع بیان ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اس مختصر ارشاد میں حافظ ملت نے اپنا نظریۂ تعلیم اچھی طرح ظاہر فرما دیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور ارشاد ملاحظہ کر لیں اور دیکھیں کہ حافظ ملت علم اور تعلیم کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ الجامعۃ الاشرفیہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ اسے کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو فرمایا:

"میں یہ چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علما ہوں اور وہ ہندی انگریزی اور عربی میں صاحب قلم، صاحب لسان ہوں جو اپنے ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت و جماعت کی کما حقہ اشاعت و خدمت کر سکیں۔ میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اس منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں۔" (حافظ ملت نمبر ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۸۰)

مختلف اوقات میں مختلف انداز سے حافظ ملت نے اپنے انھیں نظریات کو بار بار دہرایا ہے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ درس میں، تقریر میں اور اپنے اقوال و ارشادات میں اختصار و جامعیت کے عادی تھے، کم بولتے مگر نپی تلی بات کہتے۔ زیادہ بولنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے کے

عادی نہ تھے اور نہ پسند فرماتے تھے۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ اسکیمیں لمبی چوڑی بناتے ہیں اور دعوے خوب کرتے ہیں لیکن کام دیکھیے تو نِل یا نہایت تھوڑا۔ مگر حافظ ملت نے ہمیشہ کم بولنے اور زیادہ کرنے کو اپنا شیوہ بنایا اور اپنی عمر کے آخری لمحات میں (چند سالوں میں) الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں قوم کو وہ عظیم سرمایہ اور تعلیمی درس گاہ دے گئے کہ پوری جماعت اہلِ سنت قیامت تک اس پر ناز کرے گی، جس کا فیضان بلاشبہہ آج پوری دنیا میں عام ہوتا جا رہا ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے نزدیک وہی تعلیم مفید اور بار آور ہے جس پر عمل بھی کیا جائے، افسوس کہ آج اس پر بہت کم توجہ دی جا رہی ہے۔ چناں چہ حافظ ملت علیہ الرحمہ نے علم دین کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ علم پر عمل ہونا شرط ہے۔ جس علم پر عمل نہ ہو وہ اس خزانے کی طرح ہے جس کو دفینہ بنا کر رکھا جائے اور اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا جائے۔ اس لیے ایک مرتبہ فرمایا:

"لوگ صرف علم سیکھتے ہیں، میں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے علم اور عمل دونوں سیکھا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ جس طرح حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے معاصرین میں ممتاز مقام کے مالک تھے، اسی طرح حافظ ملت بھی اپنے فیضانِ علمی کو عام کرنے میں فائق الاقران تھے، کیوں کہ علم کا پہاڑ بننا تو آسان ہے مگر اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جو کچھ پڑھتے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے، اس سلسلے میں وہ احادیث آپ کے سامنے تھیں جن میں علم والوں کی بد عملی کی مذمت کی گئی ہے اور علم کے ساتھ عمل کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اس سلسلے کی چند حدیثیں رقم کی جا رہی ہیں کہ یہ مضمون احادیث کی روشنی میں بر وقت قارئین کے ذہن نشین ہو جائے۔

"عن الحسن قال: العلم علمان فعلم فی القلب فذٰلک العلم النافع و علم فی اللسان فذٰلک حجۃ اللّٰہ عز و جل علی ابن آدم."

(رواہ الدارمی فی سننہ، ج:۱، ص:۸٦، حدیث اکادمی، فیصل آباد)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا علم دو ہیں، ایک تو وہ علم جو دل میں ہے، یہ علم نافع ہے۔ دوسرا وہ علم جو محض زبان پر ہوتا ہے۔ یہ اللہ عز و جل کی طرف سے آدمی پر حجت ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ قیامت میں پوچھے گا کہ میں نے تمھیں علم دیا تو تو نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟)

"عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ مثل علم لا ینتفع کمثل کنز لا ینفق منہ فی سبیل اللّٰہ."

(رواہ الدارمی فی سننہ، ج:۱، ص:۱۱۳، باب البلاغ عن رسول اللہ ﷺ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس علم کی مثال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے (یعنی اس پر عمل نہ کیا جائے) اس خزانے کی سی ہے جس سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے۔

یعنی علم و مال دونوں اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس کی خوشنودی حاصل کی جائے اور علم پر عمل کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے اور جس نے ان دونوں نعمتوں کا حق ادا نہین کیا، ان کی ناقدری کی تو اس پر اللہ مواخذہ فرمائے گا۔

ایک اور حدیث ملاحظہ کریں جس سے علم دین کے بارے میں اسلامی نظریے کی خوب وضاحت ہوتی ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال، قال رسول اللّٰہ ﷺ من تعلم علما یبتغی بہ وجہ اللّٰہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ - یعنی ریحھا." (مشکاۃ المصابیح کتاب العلم حدیث ۲۱۳، ص:۳۵، مجلس برکات، اشرفیہ مبارک پور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وہ علم سیکھا جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے (یعنی علم دین) مگر وہ اسے رضائے الٰہی کے بجائے محض دنیا کا مال یا عزت حاصل کرنے کے لیے سیکھ رہا ہے تو ایسا شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو دار ہوا بھی نہ پائے گا۔

یہ چند حدیثیں اس لیے نقل کر دیں کہ علم سے کیا مقصود ہونا چاہیے۔ طالب علم کو کیسا ہونا چاہیے؟ اور تعلیم کی غرض و غایت کیا ہونی چاہیے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بالکل واضح ہو جائے۔ اس سلسلے کی اور حدیثیں ہیں، لیکن اختصار کے پیشِ نظر انھیں پر اکتفا کیا گیا۔

اب جس طالب علم یا معلم و عالم کی نگاہ میں یہ حدیثیں ہوں گی اور دل میں گھر کر جائیں گی تو یقیناً وہ اپنا کاروانِ علم اسی رخ پر لے جائے گا جس کی طرف یہ حدیثیں اشارہ کر رہی ہیں۔ لہٰذا حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیش نظر بھی یہ حدیثیں تھیں اور انھیں کو بنیاد بنا کر آپ نے اپنا نظریۂ تعلیم متعین کیا اور پھر اس پر پوری زندگی چلتے رہے، تلامذہ کو چلاتے رہے اور قوم کو اسی کا درس دیتے رہے۔

اب ہم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے خاص خدمتِ دین کے لیے علم حاصل کیا

تھا، دنیا کمانے یا ملازمت کے لیے نہیں، چناں چہ ایک سوال کے جواب میں خود فرماتے ہیں۔

”میں نے ملازمت کے لیے علم دین حاصل ہی نہیں کیا تھا، نہ مجھے ملازمت کی حاجت تھی۔ عربی تعلیم سے پہلے میں امامت و مدرسی کے فرائض انجام دینے کے علاوہ اپنے گھر کا کام پڑوسیوں سے زیادہ کر لیا کرتا تھا جو میری اور میرے متعلقین کی ضرورت کا کفیل تھا تو مجھے ملازمت کی کیا ضرورت تھی۔ البتہ یہ پختہ ارادہ کیا کہ سلسلۂ تدریس ضرور جاری رکھوں گا، خالصاً لوجہ اللہ (خالص اللہ کی رضا کے لیے) پڑھاؤں گا، خانگی ضرورت کے لیے گھر کا کام یا تجارت کافی ہو گی۔ اس لیے آگرہ کی جامع مسجد کی خطابت و امامت قبول نہیں کی، حالاں کہ تنخواہ ۱۰۰/ روپے ماہانہ تھی (جو اس وقت بہت بڑی تنخواہ تھی) اور حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے انتہائی اصرار بھی فرمایا تھا۔“

(انٹرویو حافظ ملت، حافظ ملت نمبر، ص: ۷۲)

اس اقتباس سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے اخلاص فی الدین اور نظریۂ تعلیم پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اسی لیے جب استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے مبارک پور جانے اور تدریس کے فریضے کی انجام دہی کی بات کی تو آپ نے عرض کیا — ”میں ملازمت کا ارادہ نہیں رکھتا۔“ اس پر حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا: ”میں ملازمت کے لیے کب کہہ رہا ہوں، میں تو دین کی خدمت کے لیے مبارک پور بھیج رہا ہوں۔“ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ مت دیکھیے گا کہ کیا مل رہا ہے۔ اس لیے آپ نے یہ فرمایا: میں نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ کیا مل رہا ہے، جو ملا اسے غنیمت سمجھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

یہ وہ کلمات ہیں جنھیں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے متعدد بار ارشاد فرمایا اور ان کانوں نے سنا۔ آج بھی اگر اسی نظریۂ للّٰہیت و خدمت دین پر اساتذہ و علما قائم ہو جائیں تو دین کا بہت بڑا کام ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس! دنیا کمانے کا جذبہ عام ہے اور اسی کو سب پر فوقیت حاصل ہے اور نئی نسل بھی تیزی سے اسی روش پر چل رہی ہے۔

حضور حافظ ملت کے اندر خدمت دین کا یہی جذبہ تھا کہ شروع میں روزانہ تیرہ تیرہ کتابیں پڑھایا کرتے اور رات کو مناظرانہ تقریر کے لیے بھی وقت نکالتے۔

ایک بار فرمایا: ”میں نے کبھی اپنے کو مدرسہ کا ملازم تصور نہیں کیا، ہمیشہ خادم ہی سمجھا۔“ چناں چہ تلامذہ کو بھی ہمیشہ اسی کی تلقین کرتے کہ دین کی خدمت سمجھ کر کام کرنا چاہیے، اپنے کو ملازم سمجھ کر نہیں۔

درسی کتابوں کی تعلیم سے متعلق حافظ ملت کا نظریہ تھا کہ ابتدائی کتابوں پر زور دیا جائے کہ اس سے آگے بڑھنے اور اونچی کتابیں سمجھنے کی راہ ہموار ہوتی ہے اور ضروری قواعد بھی ابتدائی کتابوں میں ہی ہوا کریں جنھیں ازبر کرنا ضروری ہوتا ہے، اسی سے علمی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو طلبہ ابتدائی کتابوں میں محنت نہیں کرتے وہ آخر تک کم زور ہی رہتے ہیں، لہٰذا طلبۂ مدارس اسلامیہ کو چاہیے کہ حضور حافظ ملت کی اس تلقین پر بھرپور توجہ دیں کہ یہی ترقی کا زینہ ہے۔

علم و عمل کے تعلق سے مولانا عبد اللہ خان صاحب، حافظ ملت کا قول نقل کرتے ہیں، اسے بھی سن لیا جائے اور حرزِ جاں بنایا جائے۔

”خواہ کتنا ہی علم حاصل کر لیا جائے لیکن اس کا اثر اگر انسان کی زندگی پر نمایاں نہ ہو تو ایسا علم سودمند نہیں ہوتا۔ اس لیے جو کچھ پڑھا جائے اور جتنا بھی پڑھا جائے، اس پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔“ (حافظ ملت افکار اور کارنامے، ص: ۳۸)

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی زور دیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

”بلاشبہہ ایسی تعلیم جس میں تربیت نہ ہو، آزادی و خودسری ہی کی فضا ہو، بے سود ہی نہیں نتیجے کے اعتبار سے مضر ہے۔“

علم و عمل کے تعلق سے آپ کا یہ واقعہ بھی بڑا عبرت آموز ہے۔ حافظ ملت فرماتے ہیں:

”ایک روز ایسا بھی آیا کہ ایک باسی روٹی رکھی تھی، بعد مغرب لے کر کھانے بیٹھا۔ فقیر نے دروازے پر آواز دی، (کھانے کا سوال کیا) ہم نے آدھی روٹی اسے دے دی، آدھی خود کھائی، کیوں کہ ہم نے پڑھا تھا ؎

نیمِ نانِ گر خورد مردِ خدا بذلِ درویشاں کند نیمِ دگر

(گلستاں)

لہٰذا ہم نے خیال کیا کہ اگر اس پر ہم عمل نہیں کریں گے تو کون کرے گا۔“ (روایت حکیم عبد الغفور صاحب علیہ الرحمہ، برادر خرد حافظ ملت)

اس واقعے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور حافظ ملت صرف نظریے کے آدمی نہ تھے، عمل کے پیکر تھے، کہ جو پڑھا اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ ضرورت ہے کہ آج ہم حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ارشادات سے فائدہ اٹھائیں، خاص طور سے مدارس اسلامیہ کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ حافظ ملت کے ارشادات کی روشنی میں اپنے اپنے مدارس اور ان کے نظامِ عمل کا جائزہ لیں۔ ☆☆☆

موقع و محل کی مناسبت سے اگلے صفحات پر مبلغ اسلام مولانا عبدالمبین نعمانی
قادری کی تقریظ شامل کی جارہی ہے - یہ تقریظ کتاب وقت ہزار نعمت سے لی گئ ہے
جس کے مولف مولانا ا فروز قادری ہیں
اس تقریظ میں حافظ الملت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمتہ
کےوہ اقوال شامل ہیں جن میں سے ہر ایک قول حرز جاں بنانے کے قابل ہے
اور ان پر عمل کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے

حرفِ تقریظ

مفکر اِسلام مصلح اُمت حضرت علامہ مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری- مدظلہ العالی-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی ونسلم

علی حبیبہ الکریم و آلہ و صحبہ اجمعین

عارف غازی پوری فرماتے ہیں۔

کارِ امروز بہ فردا مگوارا ے آسی ☆ آج ہی چاہیے اَندیشہ فردا دِل میں

اورمردسیالکوٹی نے بھی کیا خوب بات کہی ہے۔

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہ فردا ☆ جس قوم کی تقدیر میں اِمروز نہیں ہے

مذکورہ بالا دونوں شعر پڑھیں اور غور کریں کہ اِن اَشعار میں کتنے پتے کی باتیں کہی گئی ہیں۔ یہاں کی زندگی میں جو محنت کرلیتا ہے وہی آخرت میں کامیاب ہوتا ہے اور خود دنیا کی زندگی میں بھی۔ جو آج کام کرلے گا کل اُس کا فائدہ اُٹھائے گا۔ مثل مشہور ہے: 'آج کا کام کل پر نہ ٹال' کیوں کہ اگر آج کوئی کام کرسکتا ہے نہ کیا کل پر ٹال دیا تو گویا آج کا اتنا وقت ضائع کیا اور کل جب کہ دوسرا کام کرسکتا تھا اس کو چھوڑ کر گزشتہ کل کا کام پورا کیا۔ اس طرح آدمی آگے نہیں پیچھے ہوتا جاتا ہے؛ لہٰذا جو وقت مل جائے اس کو غنیمت جانے اور کل جو کرنا ہے اس کی آج ہی فکر کرڈالے۔ حدیث پاک میں بھی اس کی طرح اِشارہ آیا ہے :

اغتنم خمسا قبل خمسٍ: شبابک قبل ھرمک، وصحتک قبل سقمک، و غناک قبل فقرک، و فراغک قبل شغلک، و

حیاتک قبل موتک . (۱)

یعنی پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو بدحالی سے پہلے، فرصت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔

اور بخاری شریف کی ایک مختصر حدیث موقوف اس طرح ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

اِذا امسیتَ فلا تنتظِر الصَّباح واِذا اَصبحتَ فَلا تنتظر المسَاء وخُذ من صحتِکَ لمرَضک و من حیاتک لموتک .(۲)

جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح کرلے تو شام کا انتظار نہ کر، اپنی صحت سے اپنے مرض کے لیے لے اور اپنی حیات سے موت کے لیے۔

یعنی صحت کے ایام میں نیکیاں کرلے تاکہ ان کی برکت مرض میں کام آئے اور اپنی دنیا کی زندگی میں وہ کرلے جو تیری موت کے بعد کام آئے، اور صبح وشام جو ہو سکے کرلے دوسرے وقت کا انتظار مت کر، کیا معلوم صبح کے بعد شام ہوگی یا نہیں، اور شام ہوگئی تو صبح کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

اِس سے معلوم ہوا کہ زندگی اور اُس کے لمحات بڑے انمول ہیں۔ بڑھاپے کے بعد ہی جوانی کی قدر ہوتی ہے، اور بیماری کے بعد ہی صحت وتندرستی کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ یوں ہی آخرت میں اگر اَعمالِ صالحہ کا ذخیرہ نہ رہا تو حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ آنے والا نہیں؛ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اِس حیاتِ مستعار کی قدر و قیمت پہچانیں۔ یہی وہ زندگی

---

(۱) مستدرک حاکم: ۳۴۱/۴ حدیث: ۷۸۴۶...... مشکوۃ المصابیح: ۱۲۲/۳ حدیث: ۵۱۷۴...... شعب الایمان بیہقی: ۲۶۳/۷ حدیث: ۱۰۲۴۸۔

(۲) بخاری شریف: ۹۴۹/۲ کتاب الرقاق...... صحیح ابن حبان: ۳۹۱/۳ حدیث: ۶۹۹...... شعب الایمان بیہقی: ۱۹۹/۲۱ حدیث: ۹۸۷۸۔

ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا جیسا کہ حدیث پاک میں آیا :

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال :لا تزولُ قدما ابنِ آدم یوم القِیامةِ حتی یُسأل عن خمس: عن عمرِهِ فِیما أفناه، وعن شبابِهِ فِیما أبلاه، وعن مالِهِ مِن أین اکتسبه وفِیما أنفقه، و ماذا عمِل فِیما علِم . -رواہ الترمذی وقال: ھٰذا حدیث غریب-(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ٹلیں گے جب تک ان سے پانچ باتوں کا سوال نہ ہولے گا :

۱:اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا؟، ۲:اس کے شباب یعنی جوانی کے بارے میں کہ اس کو کس چیز میں گلایا؟، ۳،۴:اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا؟، ۵:اور جو کچھ علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟۔

اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عمر کا ایک ایک لمحہ خدا کی اَمانت ہے، اگر ہم نے اسے ضائع کر دیا اور لا یعنی کاموں میں گزار دیا تو اس کا قیامت میں سوال ہوگا۔ لمحے لمحے کے بارے میں باز پرس ہوگی؛ لہٰذا اِس حدیث پاک میں بہت بڑا درسِ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی زندگی کو لایعنی کاموں اور فضول باتوں میں گزار دیتے ہیں اور آخرت کی ذرا بھی فکر نہیں کرتے؛ اسی لیے ایک حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ آدمی صحیح اور کامل مومن اُس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ بے کار کاموں کو ترک نہ کردے، ملاحظہ ہو :

عن علِیِ بن حسین قال : قال رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیهِ

---

(۱) سنن ترمذی:۹/۲۶۷ حدیث:۲۶۰۱......شعب الایمان:۴/۳۰۳ حدیث:۱۷۳۸......معجم کبیر طبرانی: ۱۴/۲۶۰ حدیث:۱۶۵۳۲......مشکوۃ المصابیح:۳/۱۲۶ حدیث:۵۱۹۷۔

وسلم : مِن حسنِ اِسلامِ المرءِ ترکه ما لا یَعنِیهِ . (۱)

حضرت علی بن حسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اچھا مسلمان اُس وقت ہوتا ہے جب وہ لایعنی اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

یعنی زندگی کو بامعنی اور صحیح کاموں میں لگائے، بے کار اور فضول کاموں سے اپنے کو بچائے، یہی ایک مومن کی شان ہے۔ اس حدیث پاک میں اس بات کی بڑی تاکید ہے کہ آدمی کو فضول باتوں سے بچنا ہی چاہیے، اور یہ کہ فضولیات میں اپنے کو مشغول کرنا ایمان کو خراب کرنا ہے۔ وہ لوگ جو فضول کاموں اور بے کار باتوں میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کر دیتے ہیں وہ اس حدیث پاک سے سبق لیں، فضول اور بے کار کھیل کود میں اپنے اوقات کو گنوانا بھی اسی حدیث کی بنا پر منع ہے۔

کامیاب اور انقلاب آفریں شخصیات کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ان کی زندگیاں اسی حدیث کا مصداق نظر آتی ہیں۔ ماضی قریب کی شخصیات میں سیدنا امام احمد رضا محقق بریلوی-قدس سرہ العزیز-کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ علم کے حصول اور تعلیم وتبلیغ میں گزار دیا جبھی تو ایک ہزار کے قریب کتب و رسائل اور حواشی وتعلیقات آپ کے قلم حقیقت رقم سے وجود میں آئے۔

کم سونا کم کھانا، اِفتا وتصنیف اور اِرشاد وتعلیم کے کاموں میں لگا رہنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ یوں ہی آپ کے شاہزادہ گرامی مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا

---

(۱) سنن ترمذی: ۹/ ۹۸ حدیث: ۲۳۸۸...... سنن ابن ماجہ: ۱۲/ ۱۲۱ حدیث: ۴۱۱۱...... مسند احمد بن حنبل: ۴/ ۲۷۶ حدیث: ۱۷۵۸...... مصنف عبد الرزاق: ۱۱/ ۳۰۸ حدیث: ۲۰۶۱۷...... معجم کبیر طبرانی: ۳/ ۲۰۹ حدیث: ۲۸۱۷...... شعب الایمان بیہقی: ۱۰/ ۴۸۳ حدیث: ۴۷۷۷...... صحیح ابن حبان: ۱/ ۴۵۰ حدیث: ۲۲۹...... مسند شہاب قضاعی: ۱/ ۳۰۵ حدیث: ۱۸۲...... موطا امام مالک: ۵/ ۳۱۰ حدیث: ۱۶۳۸...... مسند ابن الجعد: ۴۲۸ حدیث: ۲۹۲۵...... اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرۃ: ۶/ ۲۴...... مشکوۃ المصابیح: ۳/ ۴۹ حدیث: ۴۸۳۹۔

نوری -قدس سرہ- نے بھی اپنی زندگی کے اوقات کو دینی کاموں کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ فتاویٰ کے ساتھ اِرشاد و تبلیغ کا جو کارنامہ آپ نے انجام دیا ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ آپ رات کو بہت کم سوتے، بسا اوقات خدمت خلق میں ساری ساری رات جاگ کر گزار دیتے۔ آپ نے رات دن کے بیشتر اوقات فتویٰ نویسی، خدمت خلق اور تبلیغ و ہدایت میں صرف فرمایا۔

ماضی قریب کی ایک عظیم اور انقلاب آفریں شخصیت کا نام ہے جلالۃ العلم استاذ العلما حافظ ملت مولانا شاہ حافظ عبد العزیز محدث مراد آبادی - بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور- جن کی زندگی کی ایک ایک ساعت خدمت دین اور خدمت خلق کے لیے وقف تھی۔ تحفظ اوقات میں آپ نہایت درجہ مستعد تھے۔ دینی اِجلاس میں جاتے تو اول فرصت میں واپسی کی پوری پوری کوشش فرماتے، اور دار العلوم آتے ہی فوراً درس میں لگ جاتے، ایک منٹ کی تاخیر نہیں فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے درس میں بہت برکت تھی جو کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتی۔

آپ دینی جلسوں میں برابر شرکت کرتے؛ لیکن اس کے باوجود درس کی مقدار کم نہیں ہونے دیتے۔ بخاری شریف کی دونوں جلدیں بالاستیعاب ختم کراتے۔ آخر سال میں اگر وقت کم پڑتا تو مقررہ اُوقات کے علاوہ صبح یا شام بھی درس دیتے؛ حتیٰ کہ جس دن وصال ہوا اُس دن بھی بخاری شریف کا درس دیا۔

جب الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیاد پڑی تو آپ کا لمحہ لمحہ بہت زیادہ مصروف ہوگیا تھا حتیٰ کہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی جامعہ کے تعمیری فنڈ کی فراہمی میں بھرپور توجہ دیتے رہے۔ اَسّی سال کا بڑھاپا، پھر اس پر بیماری اور نقاہت؛ لیکن عمر کے اس آخری حصے میں بھی آپ نے آرام کا نام تک نہیں لیا۔

ایک بار فرمایا: 'وقت کم ہے اور کام زیادہ' اس لیے آپ کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے

دیتے۔ خالی وقتوں میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے یا ذکر میں مشغول رہتے۔ ایک مرتبہ بیماری کے عالم میں بعض عقیدت مندوں نے عرض کیا: حضرت! اب کچھ آرام فرمالیں اور کچھ دنوں کے لیے سفر ترک کر دیں؛ تاکہ طبیعت بحال ہو جائے، تو فرمایا:

'جب دین کے کاموں کے لیے میں نکلتا ہوں تو مجھ کو آرام ملتا ہے'۔

اور اسی طرح کی گزارش کے جواب میں ایک بار فرمایا:

'زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام'۔

بہت سے لوگ بے کار اَوقات ضائع کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ کتنی قیمتی زندگی برباد کر رہے ہیں، ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

'زندگی نام ہے کام کا اور بے کاری موت ہے'۔

خود تجربہ کر کے وقت ضائع کرنے کے بھی حضور حافظ ملت خلاف تھے، وہ چاہتے تھے کہ جس معاملے میں تجربہ ہو چکا ہو اس میں تجربہ کاروں کے تجربے سے فائدہ اُٹھایا جائے اور اپنا وقت بچا کر دوسرے مفید کاموں میں لگایا جائے، اس سلسلے میں آپ کا اِرشاد ہے:

"عقل مند وہ ہے جو دوسروں کے تجربے سے فائدہ اُٹھائے خود تجربہ کرنا عمر ضائع کرنا ہے"۔

وقت کی اہمیت اور تضییع اوقات کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تضییع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے"۔

"وقت بہت قیمتی چیز ہے اور وقت کو ضائع کرنا بہت بڑی بے وقوفی ہے"۔

"آرام طلبی زندگی کی بربادی ہے"۔

"آدمی کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے جو بے کار ہے وہ مردوں سے بدتر ہے"۔

"زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام"۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے یہ وہ اَقوال ہیں جن کا لفظ لفظ دعوتِ فکر دیتا ہے اوران میں سے ہر ایک قول حرزِ جاں بنانے کے قابل ہے، اوران پر عمل کامیابی وکامرانی کی ضمانت۔

حضور حافظ ملت صرف قول کے دھنی نہ تھے بلکہ آپ جو فرماتے اس پر عمل بھی کرتے؛ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ حافظ ملت ایک انقلاب آفریں اور کامیاب زندگی کے مالک بن کر اوراپنے ایک ایک قول وعمل سے درسِ عمل دیتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور آج بھی آپ کا کام اور نام ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ خاص طور سے 'تحفظ اوقات' کے سلسلے میں آپ کا طرزِ عمل اور آپ کے اَقوالِ زرّیں اوقات کی قدر وقیمت کو سمجھنے میں بڑے معاون ہیں۔

آدمی وقت کو کام میں نہیں لاتا اور سمجھتا ہے کہ وقت اس کے انتظار میں ٹھہرا رہے گا اور یہ جب چاہے گا اس کو استعمال کرلے گا؛ حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں۔ وقت کی سوئی آگے ہی بڑھتی جاتی ہے اور زندگی بھی اس کے ساتھ ساتھ سمٹتی اور پگھلتی رہتی ہے جو اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتا ہے وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنی زندگی کو برباد ہونے سے بچالیتا ہے، اور جو نہیں سمجھتا وہ تباہی وناکامی کے گڑھے میں جا گرتا ہے؛ کیوں کہ وقت گزرنے کے بعد پھر واپس نہیں ہوتا اور نہ ہی زندگی کے گزرے لمحات دوبارہ واپس ملتے ہیں، اسی حقیقت کو اِن دو شعروں میں بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔

وقت کی سعیِ مسلسل کارگر ہوتی گئی

زندگی لحظہ بہ لحظہ مختصر ہوتی گئی (مجاز)

سدا عیش' دوراں دکھاتا نہیں

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں (میر حسن)

آخری مصرع تو زبان زدِ خواص وعوام اور بالکل حقیقت پر مبنی ہے۔ کاش! ہم اسے مطمحِ نظر رکھتے، عیش کوشیوں اور آرام طلبیوں کے خول سے باہر آکر اپنی زندگی کے کارواں کو صحیح سمت' سفر کرنے پر مجبور کرتے اور کل کے دن پچھتانے اور کف اَفسوس ملنے سے بچ جاتے۔

زیرِ نظر کتاب ''وقت ہزار نعمت'' اپنے موضوع پر ایک گراں قدر تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں بھرپور مطالعے سے کام لیا ہے۔ یہ آیات واَحادیث اور اَقوالِ محدثین وبزرگانِ دین سے پوری طرح مزین ومرصع ہے۔ اس کا مطالعہ بڑے دوررَس نتائج کا حامل ہے۔

تمام اہل علم خصوصاً اَساتذہ وطلبہ اور عام مسلمانوں کے لیے یہ کتاب باعث عبرت ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد ایک عقل مند آدمی اپنے اَوقات کو کام میں لانے پر مجبور ہوجاتا ہے اور تضییع اَوقات کی لعنت سے بھی بچ جاتا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس کتاب کو عام کیا جائے؛ خصوصاً طلبہ مدارسِ اسلامیہ کو اس کا مطالعہ لازمی قرار دیا جائے۔ مولائے کریم عزوجل اسے مقبول عام وخاص بنائے اور مصنف کے لیے توشہ آخرت کرے۔

و ما توفیقی اِلا باللّٰہ علیہ توکلت و اِلیہ اُنیب. وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین .

محمد عبدالمبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارکپور، اعظم گڑھ

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۲ھ/ ۱۱؍دسمبر ۲۰۱۰ء، شنبہ